ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

# عاصم بٹ کے ناول بھید کا اسلوبی مطالعہ

*انجم مبین

**ABSTRACT:**
*Style is not only a reflection of personality rather the special angles of a creation are related to the environment and the era in which a creation is being created. The writing style of dr. Asim Butt also has a specific aspect. Soberness and Politeness of his personality is very obvious in his writings. As he belonged to Lahore, that's why the scenario of Lahor language of his characters are usage of their custom language is the main characteristic of Asim Butt's writing style. Along with humor, the use of prosic poetry is also an important feature of his creation. They have a beautiful blend of Lahori dialect and Punjabi Urdu language.*

اسلوب نہ صرف شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے بلکہ کسی تخلیق کے خصوصی زاویوں، ماحول اور اس عہد سے جس میں کوئی تخلیق وجود میں آتی ہے سے وابستہ ہوتا ہے۔ڈاکٹر عاصم بٹ کا اسلوب بھی اختصاصی پہلو لیے ہوئے ہے۔ ان کی شخصیت کا دھیما انداز اور ٹھہراؤ ان کے اسلوب میں نظر آتا ہے۔ عاصم بٹ لاہور شہر کے پروردہ تھے لہذا لاہور کا منظر نامہ، کردار، کرداروں کی زبان ان کے حسب زبان کا استعمال ان کے اسلوب کا خاصا ہے۔ لاہوری لب ولہجے اور پنجابی اردو زبان کا حسین امتزاج بھی ملتا ہے۔ مزاح کی چاشنی کے ساتھ نثری شاعری کا استعمال بھی ان کے اسلوب کی ایک اہم خصوصیت ہے۔

**Keywords:** Typical Punjabi wording, Narrative style of writing, Lahori accent, conversational, scenario, Cryptographer, Dramatic style, Comprehensiveness prosmatic poetry

**کلیدی الفاظ:** ٹھیٹ پنجابی لفظیات داستانوی طرز تحریر لاہوری لب ولہجہ مکالماتی آہنگ منظر نامہ نثری شاعری رمز شناس ڈرامائی انداز جامعیت

اسلوب کا ادب سے گہرا رشتہ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر علما ادب آج بھی اسلوب سے ادبی زبان مراد لیتے ہیں اور اسلوب کو ایک موثر اچھی اور خوبصورت تحریر کی خصوصیت سمجھتے ہیں زبان واسلوب کے گہرے رشتے کی شناخت کے بعد اسلوب کا مطالعہ ماہر لسانیات کی توجہ کا مرکز بنا۔ اسلوب لسانی وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے ہوئے اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کے فن کا نام ہے۔ فنکار کا وسیلہ اظہار یوں تو الفاظ ہی ہوا کرتے ہیں لیکن کسی بھی فنکار کے ہاں الفاظ کا چناؤ، جملے کی ساخت اور جملہ کی مرصع کاری کا فن جدا جدا اور انفرادیت کا حامل ہوتا ہے۔

---

* لیکچرار شعبہ اردو، نمل اسلام آباد

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

مثلاً میر کے ہاں زبان کا ایک مخصوص استعمال تھا جو میر کا انفرادی اسلوب ٹھہرا۔ دیگر مصنفین اور شعرا کے ہاں بھی زبان کے مخصوص انداز کو اسلوب کا نام دیا جاسکتا ہے۔ مثلاً مرزا غالب کا اسلوب، میر امن کا اسلوب، نذیر احمد کا اسلوب، پریم چند کا اسلوب، اسی طرح ادبی حلقوں کے اسلوب بھی انفرادیت کے حامل ہیں۔ سر سید تحریک کا اسلوب، ایہام گوئی کی تحریک کا اسلوب، ترقی پسند تحریک کا اسلوب، دبستان لکھنو اور دبستان دہلی وغیرہ۔ اسی طرح ادبی اور شعری اصناف میں فن اور زبان کو برتنے کی انفرادیت اور فنی لوازم مختلف اصناف کی پہچان ہیں۔ مثلاً فکشن کا اپنا اسلوب ہے، غزل کا اپنا اسلوب ہے، قصیدے کا اسلوب، مثنوی کا اسلوب وغیرہ

ادبی تنقید میں اسلوب کی تخصیص کے لیے مختلف اصطلاحیں پائی جاتی ہیں مثلاً سادہ، بے تکلف، موزوں، خوش آہنگ، شگفتہ، مرصع۔ طارق سعید نے انواع اسلوب کے حوالے سے اپنی کتاب اسلوب اور اسلوبیات میں انواع اسالیب کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً محاوراتی، تمثیلی وحکایتی، تقصیدی، بنیادی، طنزیہ اسلوب، مذہبی اسلوب، سپاٹ وسادہ، حکیمانہ، داستانوی، مقفٰی و مسجع، استعاراتی، ہیجانی، ماورائی ومنتشر خیالی، علامتی، شگفتہ وتاثراتی، بیانیہ، شکستہ اسلوب، خطیبانہ، توضیحی، انانیتی، بیانیہ اسلوب وغیرہ۔(1)

اکیسویں صدی میں ناول کی صنف متنوع موضوعات، عصری مسائل اور حالات و واقعات کو منفرد انداز میں بیان کرنے کی ایک مضبوط روایت کی صورت میں ظہور پذیر ہوئی۔ ناول نگاری کی یہ روایت اردو میں انیسویں صدی سے آغاز ہو کر ارتقا کرتی ہوئی بیسویں صدی میں کمال فن کی حدوں کو چھوتی ہوئی اکیسویں صدی میں بہت سے مثبت تبدیلیوں کے ساتھ داخل ہوئی۔

اکیسویں صدی میں ناولوں میں روایتی حیثیت سے انحراف کر کے کے نئی تکنیک استعمال کرنے کا رجحان بڑھا۔ اس کے ساتھ حالات وواقعات اور عصری مسائل پر بھی ناول نگار کی مکمل گرفت دیکھنے میں آئی گزشتہ صدی میں ناول کی ہیئت اور فارم کو وہ اہمیت نہیں دی گئی جو نئی صدی میں منظر عام پر آنے والے ناولوں کا اختصاص بن رہی ہے۔ علاوہ ازیں، اسلوب، زبان وبیان، کردار سازی اور کہانی کو منفرد انداز میں کہنے کا سلیقہ ایسا ہے جو اس دور کے ناولوں کو گزشتہ سے ممتاز کرتا ہے۔

اکیسویں صدی کے علمی وادبی حلقوں میں ڈاکٹر عاصم بٹ نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا تخلیقی سفر تقریباً تین دہائیوں پر مشتمل ہے ہے اس تخلیقی سفر کے دوران انہوں نے مختلف اصناف میں طبع آزمائی کی جن میں شاعری، افسانہ، ناول، ترجمہ نگاری اور تحقیق و تنقید شامل ہیں۔ ان کے ہاں جدید ادبی رویوں کی عکاسی اور جدید انسان کی دانشوری اور اس کے مسائل موجود ہیں۔ ان کے تین ناول دائرہ ۲۰۰۱، ناتمام ۲۰۱۴ اور بھید ۲۰۱۸ منظر عام پر آچکے ہیں۔

ان کا تیسرا ناول "بھید" جس کا اسلوبی مطالعہ ہمارا موضوعِ بحث ہے۔ ۲۰۱۸ میں سنگ میل پبلی کیشنز سے شائع ہوا۔ یہ ناول ۲۲۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ ناول کا نیا انداز بیان اور کہانی کا تنوع ایک خوش گوار تاثر لیے ہوئے ہے۔ انداز بیان کی چاشنی ناول کے سرورق پر ہی لکھی اس تحریر سے نمایاں ہوتی ہے۔

بھید ایک میٹھا پھل ہے۔
یہ خواہش کے باغ میں اگتا ہے۔
اس کی کونپل محبت کے بیج سے پھوٹتی ہے۔(2)

اس صفحے کے دوسری جانب جو الفاظ تحریر ہیں ان میں انداز بیان کی پر اسراریت قاری کے اندر اس بھید کو جاننے اور ناول کو پڑھنے کا تجسس پیدا کرتے ہیں۔ وہ جملے اس طرح سے ہیں۔

بھید
دیکھنے میں ہے
جاننے میں نہیں
یہ کھو دینے میں ہے
پالینے میں نہیں
یہ انکار سے جنم لیتا ہے۔

مان لینے سے مر جاتا ہے۔[۳]

گویا بھید ایسا خزانہ ہے جو آسانی سے ہاتھ لگنے والا نہیں ہے ان جملوں میں بڑی گہرائی اور معنویت پائی جاتی ہے۔ناول کا یہی نیا اور منفرد انداز بیان اور کہانی کا تنوع ایک خوش گوار حیرت کا باعث بنتا ہے۔مستنصر حسین تارڑ نے بھید کے پیش لفظ میں اس حیرت کا اظہار یوں کیا ہے:

"عاصم بٹ کے ناول میں داخل ہونے میں بہت سے خدشات مضمر ہیں کہ شاید آپ اس سے باہر نہ آسکیں۔۔۔ آپ کو بہر طور اپنی جان داؤ پر لگانی ہو گی اگر آپ اس کائنات میں محض کسی بھید تک پہنچنا چاہتے ہیں۔"[۴]

بھید اردو ناول میں ایک نئے جذبے کا اظہار ہے یہ ناول خود اپنے آغاز اختتام اور کلائمکس کو متعین کرتا ہے اور تجسس کی کیفیت کو جنم دیتا ہے۔ناول بھید میں ناولوں میں روایتی بنت سے انحراف کی مثال پیش کرتا ہے اور تکنیک کی انفرادیت کے ساتھ ساتھ اس کا نیا انداز بیان بھی ناول کے امکانات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔منفرد آہنگ و مفہوم کے ساتھ اس ناول کی اہم خصوصیت مقامی و آفاقی جہت بھی ہے۔مقامی اس حوالے سے کہ اس ناول کے بھید میں ایک بڑا بھید لاہور شہر کا بھی ہے جس میں لاہور کی تہذیب و ثقافت اور لب و لہجے کو خوبصورتی سے سمویا گیا ہے ناول کے مختلف کرداروں کا احوال پڑھتے ہوئے قاری لاہور کے لب و لہجے کو بالکل لاہوری انداز میں پڑھنے پر مجبور ہوتا ہے۔جو مصنف کی مقامی زبان و بیان اور لب و لہجے پر کمال فن کی دسترس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

"الیاس مندریاں والا اپنی انگلیوں میں مندریوں سے کھیلتے ہوئے بولا آخر شہزادہ تھا حضرت میاں میر کا لاڈلا ان کی بے تکلف صحبتوں کا ہلا پیر غائب شاہ کے قہر و جلال کی پرواکیے اور اجازت ملے بغیر چل دیا ملنے۔"[۵]

اس اقتباس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ مکالمے پڑھنے سے زیادہ بول کر یا با آواز دہرانے سے پنجابی زبان اور لب و لہجے کے امتزاج کا لطف نکھر کر سامنے آتا ہے ایک اور جملہ ملاحظہ کیجئے:

"مجھے چائے پسند ہے کاڑھ کر بنائی ہوئی "[۶]

گویا عاصم بٹ نے بھید میں ایک منفرد اسلوب واضح کیا ہے۔ان کا یہ اسلوب نکھرا ہوا اور برجستہ ہے۔اس میں کشش بھی محسوس ہوتی ہے اور اپنی مٹی اپنی بنیادوں اور جڑوں سے وابستگی کا گہرا احساس بھی۔ان کے کردار پنجاب کے مرکز لاہور شہر سے ہیں لیکن ان کے کرداروں کے فقروں اور جملوں میں ایسی فنی مہارت ہے کہ پنجابی لہجے اور زبان کا تڑکا دینے میں لطف آتا ہے۔مثلاً اگر ڈرامائی انداز میں اردو پنجابی کے فقروں کو پنجابی انداز اور لب و لہجے میں بولا جائے تو کسی حد تک مانوس لگتے ہیں۔بلاشبہ یہ انداز بیان مصنف کا ہی اختصاص ہے۔

" وہ مارا نہ جاتا تو ایسا بہت کچھ مرنے سے بچایا جا سکتا تھا۔اب وہ زندہ نہیں رہا۔وہ نہ مارا جاتا تو ایسا بہت کچھ اپنے آپ مر جاتا جو آج تک زندہ ہے اور ہم پر مسلط ہے۔"[۷]

اردو زبان کے ساتھ کرداروں کے حسب حال ٹھیٹ پنجابی لفظیات کا چناؤ نہ صرف تحریر میں تاثر پیدا کرتا ہے بلکہ اردو اور لاہوری پنجابی کا ایک منفرد امتزاجی اسلوب بھی وضع کرتا ہے۔جس سے کرداروں کے ساتھ ہونے والے مکالموں میں برجستگی اور خالص پن کا احساس ابھرتا ہے۔

"الیاس ہوکا بھرتے ہوئے شہزادے کا ذکر کرتا ہے۔"[۸]

"میں تو کہتا ہوں الیاس مندریاں والا پکا پیڈا اسائیں ہے۔"[۹]

ان جملوں میں ہوکا اور پکا پیڈا جیسے الفاظ مقامیت اور زبانوں کے امتزاج کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔

اس ناول میں فکشن کے بنیادی عناصر کو خوبی سے سمویا گیا ہے۔اس کے طرز بیان میں داستانوی رنگ بھی نمایاں نظر آتا ہے جو قصہ در قصہ بر آمد ہوتا ہے۔ایک کردار سے دوسرا کردار اور کئی اور کردار متعارف ہوتے چلے جاتے ہیں۔طلسماتی کرداروں کے ساتھ ماورائی تخیل اور زبان و بیان کی پر اسراریت بھی اس ناول کی بنیادی خصوصیت ہے۔پھر مابعد الطبیاتی عناصر بھی داستانوی طرز تحریر کی تقویت کا باعث بنتے ہیں۔اقتباس ملاحظہ ہو۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

"دوستو! سچ تو یہ ہے کہ ہم سب گم شدہ مسودوں کے کردار ہیں اور اپنے انجام سے جو لکھا جا چکا ہے۔ بے خبر ہیں گو اس کے تابع ہیں لیکن اس پر قادر ہونے کی خواہش میں اتاولے ہوتے جاتے ہیں اور کبھی اسے اپنے مطابق بدلنے کی خواہش سے دست بردار نہیں ہوں گے۔"(۱۰)

یہ آخری پیراگراف مابعد الطبیعاتی فلسفے کو بڑی خوبصورتی سے اپنے اندر سموتا ہے ناول نگار نے کمال مہارت سے پورے ناول کو اس آخری پیرے میں بیان کر دیا ہے۔ جیسے مستنصر حسین تارڑ نے بھول بھلیاں کہا تھا۔ ابتدا میں اس کو پڑھنے سے بھول بھلیاں والا تاثر ہی ابھرتا ہے۔ لیکن یہ آخری پیرا ناول کی جان ہے۔ بقول مستنصر حسین تارڑ

"عاصم بٹ کا یہ ناول اردو ادب میں شاید بھول بھلیوں کی واحد مثال ہے آپ ان کی تحریر کی Labyrinth میں داخل ہوتے جاتے ہیں تو پھر آپ کو وہاں سے باہر آنے کا راستہ نہیں ملتا۔ آپ کے علاوہ اس کے درجنوں محیر العقول اگرچہ عام زندگی میں چلتے پھرتے کردار ۔۔۔ کسی نہ کسی موڑ پر سامنے آجاتے ہیں اور اپنے حصے کی زندگی بسر کرتے ہیں اور گم ہو جاتے ہیں۔"(۱۱)

گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کو لفظوں کے طلسم میں ڈوب کر حقیقت کی دنیا کو تلاش کرنے پر ملکہ حاصل ہے۔ صدیق عالم ناول پر اظہار خیال کرتے ہوئے عاصم بٹ کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں۔

" آپ نے ایک بالکل نیا اسلوب دریافت کر لیا ہے۔ جو کم از کم اردو کی حد تک ناپید ہے اس ناول میں آپ کی زبان ایک ایسے مصنف کی زبان میں ڈھل کر سامنے آئی ہے جس نے تھیم کے ساتھ ایک گہری مماثلت اختیار کر لی ہے جو فکشن کے ناقدوں کے لیے ایک بڑا چیلنج ثابت ہو سکتا ہے۔"(۱۲)

ناول میں روای در راوی کی تکنیک استعمال کی گئی ہے۔ ناول میں قاری اور راوی کے درمیان حد تفہیم کو ختم کر کے کہانی کو کسی حد تک کھیل کے طور پر پیش کیا گیا ہے راوی کے مکالماتی آہنگ میں مزاح کا عنصر نمایاں ہے۔ جو ناول میں کسی بھی لمحے قاری کی دلچسپی کو کم نہیں ہونے دیتا اور مزاح کی چاشنی بڑے محتاط انداز میں بیان کی گئی ہے مثلاً مولوی صاحب کے نام خط اور مٹھو ایلین کی نشاندہی اور بورڈ پر لکھی بچوں اور زبان کی اغلاط "عورتوں سے لے کر مردوں تک سب کی سلائی چاہیے"۔ "چاہیے تھوڑی کمائی سستے ریٹ کام گریٹ"(۱۳)

اس ایک جملے میں بیک وقت انداز بیان کے کئی رنگ جھلکتے ہیں ایک مزاح کا رنگ دوسرا قافیہ بندی۔ سستے ریٹ کام گریٹ اور تیسرے انداز بیان میں اختصار کی خوبی یہ عاصم بٹ کی فنی چابکدستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اور بات بھی سچ ہے ثقافت کو زندہ رکھنے میں کرداروں کے ساتھ ان کی زبان کا بھی کردار اہم ہوا کرتا ہے۔ عاصم بٹ نے ناول کو لاہوری پنجابی آمیز اردو سے آراستہ کیا اور لاہوری پنجابی کے تڑکے سے اردو کے اس ناول کو زندہ زبان بنا دیا۔ بلکہ ناول میں زبان کے ساتھ ساتھ لاہوری اردو لہجے کو بھی کمال مہارت سے سمویا۔ جو کسی پنجابی تخلیق کار کا خاصہ ہو سکتی ہے۔ بقول رفاقت حیات:

"عاصم بٹ نے اپنے ناول میں اردو کے ساتھ جس طرح لاہوری پنجابی کے مختلف لہجوں اور لفظوں کو برتا وہ صرف انہی کا خاصہ ہے"(۱۴)

ناول کا اسلوب اپنے ماحول کا بھرپور عکاس ہے اپنے ماحول سے چنیدہ الفاظ کا استعمال نمایاں ہے منظر کشی کے لیے علامات و تراکیب کا استعمال بھی ملتا ہے۔ اندرون لاہور کی ثقافت کا رنگ ان کے ہر کردار اور ہر واقعے میں جھلکتا ہے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ عاصم بٹ کی تخلیقی تحریروں میں لاہور کا منظر نامہ اور کلچر اپنے تمام تر رنگوں اور حساسیت کے ساتھ موجود ہے۔

بھید ایک علامتی پیرائے میں لکھا گیا ناول ہے لیکن مصنف نے اس ناول کو اسلوبیاتی سطح پر استعارہ سازی پیکر تراشی تجریدیت اور تمثال کاری کے ذریعے نہیں ابھارا بلکہ یہ عمل ناول کی اندرونی تہہ کے طور پر نمایاں ہوا ہے۔

عاصم بٹ کا ایک اور اختصاص یہ بھی ہے کہ وہ کہانی کار، مترجم ہونے کے ساتھ ساتھ شاعر بھی ہیں۔ شاعری کا یہ وصف ان کی نثر میں بھی جگہ جگہ نظر آتا ہے گویا ان کے اسلوب کا ایک خاصا نثری شاعری بھی ہے ناول میں انہوں نے لاہور شہر کے مختلف طبقہ ہائے فکر خاص طور پر نچلے طبقے کے مختلف کرداروں کو اپنے اپنے حصے کا کام کرتے اور ان کی نفسیات کو بیان کیا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

ناول میں ایک کردار ڈیٹر جنٹ پاؤڈر بیچنے والی لڑکی کا ہے وہ اس پراڈکٹ کو بیچنے کے لیے مختلف انداز میں اس کی خوبیاں بیان کرتی ہے جو اکثر ہمارے گلی کوچوں میں بے شمار لڑکیاں مختلف مصنوعات کی تشہیر کرتی نظر آتی ہیں مثلاً اس کہانی سے اقتباس میں جو مصنف کے شاعر ہونے کی دلیل ہے۔

شالیمار ڈٹر جنٹ

دھوئے کمال صفائی بے مثال

قیمت اتنی کہ جتنی سوچی جائے

گلاب کی خوشبو ہاتھوں سے آئے

شالیمار ڈٹر جنٹ، شالیمار ڈٹر جنٹ (بھید ص ۳۷)

پھر ایک کردار وہیلا کنوارہ کا اقتباس ملاحظہ ہو

وہیلے دی بارات اے

تاریاں دی رات اے

لاڑھی لیاؤ لبھ کے

واج مارو دب کے

ویکھو ہر سوانی نوں

لبھو لاڑھی رانی نوں (بھید ص ۱۸۸)

لاہور شہر میں بکھرے ہوئے کردار در حقیقت ناول میں تنقید کا اصل بھید ہیں عاصم بٹ نے شہر لاہور کی گلیوں، چوراہوں کو، بازاروں کو، سڑکوں اور میناروں کو، دکانوں، کھانوں، عرسوں اور میلوں محفلوں کو جزئیات کے ساتھ مختلف طریقوں اور مختلف شکلوں سے بیان کیا ہے۔

اس حوالے سے رفاقت حیات بیان کرتے ہیں۔

" ناول بھید میں دکھائی دینے والے شہر لاہور کے حچھب اتنی گہری اور متاثر کن ہے کہ اس کے چکاچوند سے تادیر باہر نکلنا ممکن نہیں رہتا۔"(۱۵)

لاہوری زبان سے متعلق نثر میں شاعری کا ایک اور تڑکا ملاحظہ ہو:

آسے پاسے وگدی پئی اے لوکاں والی نہیہ

ایڈھا وڈھا لاہور شہر، تے کلم کلا میں، (بھید)

اسلوب کی یہ انفرادیت قاری کے لیے دلچسپی کا باعث بنتی ہے۔ اسلوب کی اس خصوصیت کے حوالے سے ڈاکٹر شمس الرحمن فاروقی عاصم بٹ کے نام ایک خط میں رقم طراز ہیں:

"دوسری بات جو آپ کے ناول میں مجھے اچھی لگی وہ اس کی نثر ہے آپ نے چھوئی پر شاعری نہیں کی۔ آپ کی نثر سجاوٹ اور بناوٹ سے عاری ہے۔ اس میں مقامی الفاظ میں مختلف نثر لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے باوجود یہ نثر فکشن ہی کی نثر رہتی ہے۔ بظاہر سوچ سمجھ کر مرتب کی ہوئی نثر ہے۔"(۱۶)

رفاقت حیات عاصم بٹ کے ناول پر اظہار خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"عاصم بٹ بہت پہلے اپنے اولین ناول دائرہ میں ہی اپنا مخصوص اسلوب وضع کر چکے تھے بھید میں ان کا اسلوب اور زبان و بیان بہت نکھرا نکھرا محسوس ہوتا ہے اس میں ایسی تازگی اور کشش محسوس ہوتی ہے جو مجھے عاصم بٹ کے ہاں بالکل نئی چیز معلوم ہوتی ہے کیونکہ

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

یہ کہیں بھی بوجھل یا ثقیل ہوئے بغیر سادگی اور روانی کے ساتھ اپنا مافی الضمیر بیان کرتی چلی جاتی ہے۔ اور شاید اچھے اور موثر فکشن کی زبان ایسی ہی ہوتی ہے۔"(۱۷)

اسلوب کی ایک خاصیت فصاحت و بلاغت بھی ہوا کرتی ہے کوئی بھی تخلیق کار اپنی تخلیق میں جو اسلوب تشکیل دیتا ہے۔ اس اسلوب کا اس کے کرداروں کے حسب حال ہونا ضروری ہوتا ہے اور اسلوب کا کہانی کے ساتھ ربط بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ عاصم بٹ لاہور کی ثقافت کے گہرے رمز شناس ہیں۔ ان کے کردار چاہے الیاں مندریاں والا ہو، مجید للاری ہو، مٹھو ایلین، ریاض مورا ہو یا مشتاق چھرا ان کرداروں کا بھرپور تاثر پورے انہماک کے ساتھ اس ناول کے اسلوب میں نمایاں جھلکتا ہے۔ عاصم بٹ نے کہانی کہنے اور دکھانے کے عمل کو بڑی خوبی سے برتا ہے۔

عاصم بٹ کے ہاں مسلسل جملے کہنے کی بجائے چھوٹے چھوٹے اور سادہ جملوں کے ذریعے بات کو آگے بڑھانے کا فن جانتے ہیں۔ جس میں وقار سنجیدگی اور متانت نمایاں ہے۔ ریاض مورا کے کردار سے اقتباس:

"فضول باتیں تو فضول نہیں ہوتی یعنی جب وہ ہو رہی ہوتی ہیں۔" (بھید ص ۱۲۸)

ایک اور اقتباس

" لوگ آتے جاتے رہتے کرسیاں بچھتی جاتیں حلقہ پھیلتا جاتا ہے" (بھید ص ۱۴۰)

اسلوب کی ایک خوبی جامعیت بھی ہے وہ غیر ضروری اور طویل لفظوں اور جملوں کے استعمال سے گریز کرتے ہیں اور اتنی تفصیل دیتے ہیں جتنی ضرورت ہوتی ہے ان کے ہاں ہر جملہ موزوں اور مناسب ہے۔

پورے ناول میں طویل جملوں کی بجائے چھوٹے چھوٹے جملوں میں بات کہنا کمال ہنر مندی ہے۔ مکالماتی اور ڈرامائی انداز بھی اس ناول کے اسلوب کی ایک نمایاں خوبی ہے۔

"ضرور اس روز چودھویں رات ہو گی تبھی تو اتنی چاندنی تھی یہ رات لگتی ہی نہیں تھی۔" (بھید ص ۲۰۷)

عاصم بٹ کے ہاں ماحول کی بھرپور عکاسی ملتی ہے۔ وہ اپنے ماحول سے چنیدہ الفاظ کا استعمال کرتے ہیں۔ منظر نگاری کے لیے جو علامات اور تراکیب استعمال کرتے ہیں اور پنجاب کے دیہی علاقوں اندرون لاہور کے عام طبقوں اور سماج سے متعلق زبان اور منظر کی عکاسی ہے۔

اندرون شہر لاہور کا منظر نامہ اور ثقافت کی عکاسی نمایاں طور پر نظر آتی ہے ارشد معراج ان کی منظر نگاری کے حوالے سے یوں بیان کرتے ہیں:

"عاصم بٹ اندرون شہر کی گلیوں دیہات کی تصویروں نالوں کے کنارے بنی ہوئی کچی آبادیوں میں رہنے والوں کی مرقع نگاری کرتا ہے۔ ہم عاصم کے توسط سے لاہور کی تہذیب و ثقافت سے واقفیت حاصل کرتے ہیں لاہور ایک زندہ شہر کی صورت میں ان کی جزئیات نگاری کے سبب ہی نظر آیا۔"(۱۸)

اس بحث کو سمیٹتے ہوئے ہم واضح طور پر اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اسلوب ایک طرف شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے دوسری طرف کسی تخلیق کے مخصوص زاویوں اور اس عہد میں جس میں کوئی تخلیق وجود میں آتی ہے سے وابستہ ہوتا ہے۔ جس کا نمایاں پہلو کہانی کہنا اور کہانی دکھانا جیسے عمل سے گزرتا ہے۔ عاصم بٹ کی کہانی تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے سادہ بیانی اور روانی جیسے اسلوبی خصوصیات کے حامل ہے۔

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلوب شخصیت کا پرتو ہے یعنی مصنف کی شخصیت لفظوں میں اظہار پا رہی ہوتی ہے۔ مستنصر حسین تارڑ نے کہا ہے کہ عاصم بٹ لاہور کی واڈ کا کا رمز شناس ہے اس کی بھرپور عکاسی ناول بھید کے اسلوب میں ملتی ہے۔ ان کے اسلوب کا دھیما انداز، شگفتگی، تسلسل اور جذباتیت سے گریز ان کے ناول کے اسلوب کا خاصا ہی نہیں بلکہ ان کی شخصیت کا پرتو بھی ہے۔

عاصم بٹ کی پرورش لاہور میں ہوئی بہت سے مناظر تجربات اور کردار ایسے ہیں جو ان کے مشاہدے میں تھے بعد میں ان کے ذہن پر نقش ہوئے اور جن کو انہوں نے اپنے ناولوں میں سمویا۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol 6 No.1 2022

بھید اپنے مابعد الطبیعاتی نقطہ نظر کے ساتھ اسلوب کے حوالے سے بھی ایک اہم منفرد اور دلچسپ ناول ہے۔ اس ناول کا اسلوب زبان و بیان کردار سازی اور کہانی کو منفرد انداز سے کہنے کا سلیقہ ایسا ہے جو انہیں گذشتہ صدی کے اردو ناول نگار سے ممتاز کرتا ہے۔

## حوالہ جات

۱۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، نگارشات "لاہور، طبع اول، ۱۹۹۸ء ص ۳۵۵
۲۔ عاصم بٹ، ڈاکٹر، بھید، سنگ میل پبلیکشنز، لاہور، ۲۰۱۸، ابتدائی صفحات
۳۔ ایضاً
۴۔ مستنصر حسین تارڑ، پیش لفظ، بھید، ص ۹
۵۔ عاصم بٹ، ڈاکٹر، بھید، ص ۲۳
۶۔ ایضاً ص ۱۷
۷۔ ایضاً ص ۲۴
۸۔ ایضاً ص ۲۵
۹۔ ایضاً ص ۲۲۴
۱۰۔ ایضاً ص ۱۹
۱۱۔ مستنصر حسین تارڑ، پیش لفظ، بھید، ص ۷
۱۲۔ عاصم بٹ، ڈاکٹر، بھید، ص ۱۸۸
۱۳۔ صدیق عالم، خط بنام ڈاکٹر عاصم بٹ، کلکتہ ۲۴ اگست، ۲۰۱۹
۱۴۔ رفاقت حیات، https://www.humsub.com.pk/242614/rafaqat-hayat-3/29-05-2019
۱۵۔ ایضاً
۱۶۔ شمس الرحمن فاروقی، ڈاکٹر، عاصم بٹ کے نام خط، ماہنامہ شب خون، الہ آباد، فروری ۲۰۱۲
۱۷۔ رفاقت حیات، https://www.humsub.com.pk/242614/rafaqat-hayat-3/29-2019
۱۸۔ ارشد معراج، دی ٹرائل اور دائرہ، تقابلی جائزہ، ص ۴۴